سکھر کیس کے ظالمانہ فیصلے کی تفصیلات اسیران کا بلند حوصلہ اور ثبات قدم نیز پاکستان کے لئے دعا کی تحریک

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷/ مارچ ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

(الاعراف: ۱۲۹-۱۳۰)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۰﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۱﴾

(الانفال: ۳۰-۳۱)

اور پھر فرمایا:

گزشتہ جمعہ میں میں نے احباب جماعت کو تقویٰ کی تلقین کی تھی اور اسی مضمون کے سلسلہ میں آج اس دوسرے خطبہ میں مضمون کو آگے بڑھانا تھا لیکن اس دوران پاکستان سے ایک ایسی خبر موصول ہوئی جس کے نتیجہ میں اس مضمون کو میں آئندہ خطبہ کے لئے ملتوی کرتا ہوں اور اس خبر سے متعلق احباب جماعت کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔

ساہیوال کیس کے نہایت ظالمانہ فیصلہ کے بعد اب سکھر کیس کا بھی ایک ویسا ہی بلکہ بعض پہلوؤں سے اس سے بھی بڑھ کر ظالمانہ فیصلہ جاری کر دیا گیا ہے۔ احباب جماعت کو اختصار کے ساتھ تو اخبارات کے مطالعہ سے بھی اور جماعتی اطلاعات کے ذریعہ بھی اس فیصلے کا علم ہو چکا ہے لیکن اس سے متعلق کچھ مزید تفصیلات میں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تا کہ یہ پورا واقعہ اور اس کا پس منظر آپ کے ذہنوں میں محفوظ ہو اور جب دشمن غلط باتیں کرے یا بعض دوستوں کو صحیح حالات پہنچانا چاہتے ہوں تو آپ کو واضح طور پر علم ہو کہ کیا واقعہ، کیسے ہوا؟

سکھر میں سب سے پہلی بات جو نہایت ہی دردناک جماعت احمدیہ کو پیش آئی وہ ہمارے امیر ضلع مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب کا نہایت سفاکانہ قتل تھا اور اس قتل کے اوپر وہاں تمام مساجد میں خوشیاں بھی منائی گئیں اور بڑے نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے اور جن لوگوں نے قتل کیا ان کو عظیم الشان مجاہد بھی قرار دیا گیا لیکن جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے سکھر کے عوام نے اس بات کو بہت ہی بُرا منایا اور اگر چہ وہاں شرافت گونگی ہے مگر اتنی گونگی بھی نہیں کہ احباب جماعت کے سامنے بھی نہ بولے۔ چنانچہ وہاں یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ خصوصاً حکومت کے کارندے اور دیگر عوام جن کو باشعور عوام کہا جاتا ہے وہ لوگ احباب جماعت کے سامنے تو اس معاملہ میں بڑی نفرت کا اظہار کرتے رہے لیکن اتنی جرأت بھی نہیں تھی کہ کھل کر اس کے خلاف کوئی بیان دیں سوائے اس کے کہ بار ایسوسی ایشن نے جرأت مندانہ قدم اٹھایا اور اس واقعہ کے خلاف افسوس کا اظہار کیا۔

ان کا قتل اس طرح ہوا کہ یہ مغرب کی نماز پڑھ کے مسجد میں ہی بیٹھ گئے کیونکہ اس سے کچھ عرصہ پہلے ہی آرڈیننس جو نہایت ہی ظالمانہ اور اُتنا ہی احمقانہ آرڈیننس ہے، وہ جاری ہو چکا تھا اور پولیس زبردستی مسجد سکھر سے کلمہ طیبہ مٹا چکی تھی۔ اس کا ان کی طبیعت پر بہت گہرا اثر تھا۔ چونکہ عمر بھی

زیادہ تھی برداشت اس لحاظ سے کم تھی، تقریباً اسی برس کے لگ بھگ ہونگے۔ نظر بھی بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس لئے احباب جماعت کو انہوں نے کہا کہ تم جاؤ میں مسجد میں بیٹھ کر ہی اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتا ہوں۔ چنانچہ احباب جماعت ان کو چھوڑ کر رخصت ہو گئے اور کافی دیر مغرب کی نماز کے بعد یہ وہاں بیٹھے رہے اور خدا کے حضور مناجات اور گریہ وزاری کرتے رہے۔ جب باہر نکلے تو قاتل برچھیاں لے کر ان کا انتظار کر رہے تھے اور جن کی نظر ویسے بھی نہیں تھی، عمر بھی اتنی تھی کہ دوڑنے کی یا اپنے آپ کو بچانے کی طاقت نہیں تھی، ان پر بار بار برچھیوں سے حملہ کیا اور ہر دفعہ نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اتنی عظیم الشان ہم اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ آٹھ زخم برچھیوں کے ان کے سینے پر اور ان کی پیٹ پر لگے اور وہ نعرے لگاتے ہوئے، اسلام کی فتح کا جشن مناتے ہوئے دوڑ گئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا لیکن کسی نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ پولیس نے کسی پر مقدمہ درج نہیں کیا، کوئی تفتیش نہیں کی اور جماعت احمدیہ کو، ان کے پس ماندگان کو یہ تسلی دیتے رہے کہ ہم تحقیق کر رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ قرائن بتا رہے تھے کہ بعد مساجد کے ملاں اس کے ذمہ دار ہیں لیکن کوئی پوچھ گچھ نہیں کی گئی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد وہاں ایک مسجد میں بم پھٹا اور اس بم کے نتیجہ میں دو طالب علم مسجد کے موقع پر ہلاک ہو گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ فوری طور پر سارے سکھر میں علماء نے اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ بم قریشی شہید کے بچوں نے چلایا ہے۔ اور پہلی ایف آئی آر میں دو نام درج کرائے یعنی محمد ناصر قریشی صاحب اور محمد رفیع صاحب۔

اُس پر جہاں تک میں نے بیان کیا ہے، عوام الناس کا تعلق ہے چونکہ وہ پہلے بھی جانتے تھے کہ یہ علماء کس کردار کے ہیں اور جماعت احمدیہ مظلوم ہے اس لئے اُس جلوس میں جو انتہائی اشتعال انگیز نعرے لگا رہا تھا اور نہایت ہی خطرناک زبان استعمال کر رہا تھا۔ سلسلہ کے بزرگوں کے خلاف نہایت فحش کلامی میں ملوث تھا اور اس کے علاوہ قتل و غارت کی عام تعلیم دے رہا تھا۔ اُس جلوس میں سوائے ڈیڑھ دوسو کے قریب مدرسوں کے طالب علموں یا پیشہ ور مولویوں کے اور کوئی شامل نہیں ہوا اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس جلوس کی حیثیت اور نوعیت کیا تھی اور کس حد تک عوام الناس احمدیوں کو مجرم سمجھتے تھے۔ اگر سکھر کے عوام احمدیوں کو مجرم سمجھ رہے ہوتے تو کوئی احمدی گھر ایسا نہیں تھا جو اس وقت بچ سکتا۔ بہر حال جلوس نے اس کا انتقام اپنے ہاتھوں سے تو اس طرح لیا کہ بعض احمدیوں

کی دکانیں لوٹ لیں اور پولیس میں جو ایف آئی آر درج کروائی اس میں یہ لکھا کہ قریشی مرحوم کے دونوں بیٹے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے بم پھینک کر دوڑتے ہوئے دیکھے ہیں۔

پولیس کی کارروائی فوری بعد یہ ہوئی کہ ان دونوں کو اپنے گھروں سے فوری طور پر اس طرح قید کیا گیا کہ سارے گھر کی چیزیں الٹ پلٹ کر دیں بیوی بچوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اور ان کو قید کر کے جب لے گئے دوسری جگہ تو پیچھے سے گھر کا سارا سامان پولیس نے لوٹ لیا۔ تمام قیمتی چیزیں غائب کر دیں اور اس طرح عوام الناس کے ساتھ سکھر کی پولیس بھی اس عظیم الشان ثواب میں شامل ہوگئی۔ یہ تصور ہے ان لوگوں کے خدمت اسلام کا یہ تصور ہے، ان کا حق اور تقویٰ کا یہ تصور ہے **نعوذ باللہ من ذالک** سنت کا۔ اس طرح یہ اسلام کی خدمت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پھر صرف ان دونوں ہی کو نہیں بلکہ اس کے علاوہ چھاپے مار کے دور دور سے لوگوں کو پکڑا۔ بڑوں کو بھی پکڑا ان کے بچوں کو بھی بعضوں کو ساتھ قید کیا۔ بعض بوڑھوں کو دور کے دیہات سے پکڑ کر لے آئے اور ان کو بھی جیل میں ٹھونسا۔ جو کراچی کے خدام ان لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے وہاں پہنچے انکو بھی قید کیا گیا۔ ہر طرف ایک ظلم وستم کا ایک بازار گرم کر دیا گیا اور یہ سب کا سب حکومت کے کارندوں کی طرف سے ہوا۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عوام الناس کا جہاں تک تعلق ہے نہ ملاں کے ساتھ تھے اور نہ ہیں اور وہ سب جانتے تھے، آج بھی جانتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ کا پلندا ہے۔

یہ مقدمہ اتنا بودا تھا ایسا بے حقیقت تھا کہ علماء کو علم تھا کہ اگر سول کورٹ میں یہ مقدمہ چلایا جائے تو ہر چند کہ وہاں بھی انصاف کا اور تقویٰ کا معیار ایسا بلند نہیں مگر بہر حال سول کورٹ میں کچھ نہ کچھ احساس ذمہ داری پایا جاتا ہے۔ مجسٹریٹ اور جج فیصلہ دیتے وقت حالات کو کلیۃً نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس پر اپیل بھی ہونی ہوتی ہے۔ اس کے اوپر پھر اپیل ہو سکتی ہے۔ اس لئے بالا عدلیہ کی نگاہیں پڑنے والی ہوتی ہیں معاملہ پر، ان ساری باتوں کا خوف اگر خدا کا خوف نہ بھی ہو تو ان کو اپنی حدود کے اندر کسی حد تک رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ ان کو اتنا یقین تھا کہ ناممکن ہے کہ یہ مقدمہ عام عدالت میں ٹھہر سکے کہ اس بات پر بڑے بڑے احتجاجی جلوس نکالے گئے اور مساجد میں خطبے دیئے گئے کہ ہم سارے سکھر کو آگ لگا دیں گے اگر یہ مقدمہ فوجی عدالت میں پیش نہ ہوا اور فوج نے جو اپنی تصویر بنالی ہے اپنی آج پاکستان میں، بدقسمتی سے ایسی ہے کہ جو بد دیانتی سول (Civil) نہیں کر سکتی

جو ظلم اور سفا کی پولیس سے نہیں ہو سکتی وہ فوج ضرور کرلے گی۔ اتنا کامل یقین تھا علماء کو اس بات پر کہ انہوں نے زور دیا اور وہ جانتے تھے کہ جو ہم چاہیں گئے فوج کے ذریعہ کروا سکتے ہیں۔ چنانچہ حکومت مجبور ہوئی اور فوج کے سپرد یہ مقدمہ کیا گیا۔ حکومت سے مراد ہے وہاں کی سول انتظامیہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ سب جھوٹ ہے فوج کے سپرد مقدمہ کرنے پہ پابند کر دی گئی۔

اس عرصہ میں جماعت کے مختلف وفود وہاں کے بڑے افسران سے ملتے رہے۔ مثلاً ڈپٹی کمشنر سے، ایس ایس پی سے اور دیگر افسروں سے رابطہ کیا اور ساتھ ساتھ ان ملاقاتوں کی رپورٹیں مجھے بھجواتے رہے۔ ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام افسر بلا استثناء جماعت کے وفود کو یہ بتا رہے تھے کہ اس سارے کیس پر ہماری نظر ہے، ہم نے خوب اچھی طرح چھان بین کروالی ہے اور سو فیصدی ہمیں یقین ہے کہ کسی احمدی کا قصور تو کیا کوئی اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ وہ اس جرم میں ملوث ہو۔ ایک سینئر افسر نے کہا کہ میں تو ساری جماعت احمدیہ کی تاریخ سے واقف ہوں، ان کے مزاج اور کردار سے واقف ہوں اس لئے ویسے ہی اگر تحقیق نہ بھی کروائی ہوتی تو بھی میں یہی سمجھتا کہ کوئی شرارت ہوئی ہے، احمدی ایسی حرکت نہیں کر سکتے لیکن جب میں نے تحقیق کروائی تو اس تحقیق سے تو بالکل کھلم کھلا یہ بات سامنے آ گئی کہ یہ ایک سازش ہے۔

اسی دوران ایک اور واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ جماعت اسلامی کے سکول میں بھی ایک بم پھٹا لیکن اس وقت وہ بم چلانے والا پکڑا گیا اور وہ اسی سکول کا چوکیدار تھا۔ جب پولیس نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ اس سکول کا جو ہیڈ ماسٹر ہے اس کے ایماء پر میں نے چلایا تھا اور ایسے وقت میں چلایا تھا کہ کوئی جانی نقصان نہ ہو۔ اس لئے میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کو جب یہ علم ہوا تو فوری طور پر رابطہ کیا گیا افسروں سے اور بتایا گیا کہ اب دیکھ لو یہ دوسری کڑی تھی سازش کی جو خود ظاہر ہوگئی ہے اور صاف پتہ چل رہا ہے کہ ان واقعات کے پیچھے کس کا دماغ اور کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔ لیکن علماء کو بھی پتہ چلا اس واقعہ کا اور ایک طرف علماء یہ جلوس نکال رہے تھے کہ یہ احمدی ہمارے مجرم ہیں، انہوں نے بم چلایا ہے اس لئے ان کو گرفتار کیا جائے اور جتنے ہم کہیں اتنے گرفتار کرو، دوسری طرف یہ شور پڑ گیا کہ اس سکول والے بم کے معاملہ کو نظر انداز کر دو اور کچھ درج نہ کرو، کوئی واقعہ کی پورٹ ہی نہ درج کی جائے، بالکل کالعدم سمجھا جائے۔ چنانچہ علماء کے دباؤ کے نتیجہ

میں بعینہ یہی کارروائی ہوئی۔ اور سارے معاملہ کو فوری طور رفع دفع کر دیا گیا۔

جب احمدی وفود افسران سے ملے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اب تو یہ معاملہ بالکل کھل گیا ہے، اب تم کیا کر رہے ہو، کیوں مجرموں کو قید کیا ہوا ہے، کیوں اذیتیں دے رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم بے بس ہیں، لیکن ہم آپ کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے ان واقعات کی اطلاع اور اپنا تجزیہ افسران بالا تک پہنچا دیا ہے اور وہ خوب جان چکے ہیں، گورنر تک اور دوسرے بڑے افسران ،صدر کا انہوں نے نام تو نہیں لیا لیکن مقصد یہی تھا کہ اوپر تک، آخر تک بات پہنچا دی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ کا قطعاً کوئی قصور نہیں۔ ایک سازش کا شکار ہے اور اس کی کڑیاں خود بخود آہستہ آہستہ ظاہر ہو رہی ہیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے معذرت کی کہ ہم بالکل بے اختیار لوگ ہیں، ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ ان سے مقدمہ لے لیا گیا۔ ورنہ آج کل جو پاکستان میں معیار ہے اس کے مطابق بہت شاذ ہیں ایسے شریف لوگ جو جرأت بھی غیر معمولی رکھتے ہیں اور حکومت کے دباؤ کے بغیر انصاف پر قائم رہنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اس لئے بہرحال ان کی تو جان اس طرح چھٹی کہ چونکہ ان کی رپورٹیں بڑی واضح تھیں کہ احمدی کا اس میں کوئی قصور نہیں اور خود احمدی شرارت اور ظلم کا نشانہ بنا ہوا ہے اس لئے حکومت نے اُن سے یہ سارا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا یعنی بالا حکومت نے اور فوج کے سپرد کر دیا۔

فوج نے جو تحقیق کی اور جو وہاں مقدمہ چلا اس کی پوری کارروائی ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اس کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات عدالت کے صدر جج نے بے ساختہ مولوی کے جھوٹ پر تعجب کا اظہار کیا اور یہاں تک کہا کہ ملاّں ہو کے تم قرآن کریم اٹھا کر اتنا واضح اتنا قطعی جھوٹ بول رہے ہو لیکن یہ ساری باتیں اپنی جگہ، اس کے باوجود ہمیں ان سے انصاف کی کوئی توقع نہیں تھی کیونکہ فیصلے اُس سطح پر نہیں ہونے تھے جس سطح پر تحقیق ہو رہی تھی۔ اگر اُس سطح پر فیصلے ہونے ہوتے تو پہلے عام عدلیہ کو عام انتظامیہ کو کیوں موقع نہیں دیا گیا کہ وہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیتے۔

اس لئے یہ بات تو بہرحال ظاہر تھی کہ کوئی نہ کوئی ظلم ضرور کیا جائے گا۔ اور اب فیصلہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن صاحب شہید کے دو بیٹوں کو محمد ناصر صاحب اور محمد رفیع صاحب کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی ہے اور حد سے زیادہ سفا کی ہے کہ ایک بوڑھے باپ کو پہلے ظالمانہ طور پر شہید کرو۔ وہ تو عوام

کریں یا عوام تو نہیں کہنا چاہئے، مولویوں کا ایک ٹولہ کرے اور حکومت کہے کہ ہم کیوں پیچھے رہ جائیں۔حکومت کے اوپر کے چوٹی کے افسران یہ سمجھیں کہ جب معمولی، عام مولوی اتنا ثواب کما رہے ہیں تو ہم تو سربراہان مملکت ہیں ہم کیوں نہ ثواب میں حصہ لیں تو ایک کی بجائے وہ دو قتل کروادیں اور وہ بھی بیٹے ان کے اور عجیب ہے کہ اس سے پہلے ان کو پوتا بھی بیچ میں شامل تھا وہ بھی قید میں رہا ہے۔

کوئی انصاف کا کوئی سایہ تک بھی ان کے دلوں پر نہیں پڑا۔تقویٰ نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی اس کے بغیر تو اگر یہ بات نہ ہو تقویٰ کا ایک ادنیٰ سا شائبہ بھی ہو تو ناممکن ہے کہ انسان اس جرأت کے ساتھ ایسے ظالمانہ فیصلے کر سکے یا کروائے پہلے اور پھر ان کی توثیق کرے۔ یہ تو ایسا دل لگتا ہے جیسے گھونسلے سے پرندہ کوچ کر چکا ہو اور اسے خالی چھوڑ دے۔تقویٰ بھی دل کی پاکیزگی کا ضامن ہوتا ہے اور انسانی فطرت جوں جوں ظلم یا بدیاں کرتی ہے اگر تقویٰ موجود ہو تو وہ ساتھ ساتھ دھوتا بھی رہتا ہے۔جس طرح آباد گھونسلا گندا بھی ہوتا رہتا ہے اور صاف بھی ہوتا رہتا ہے۔لیکن وہ گھونسلا جسے پرندہ چھوڑ چکا ہو اس میں تو سوائے تعفن کے کچھ باقی نہیں رہتا۔سوائے گندگی کے اور دن بدن بڑھنے والی گندگی کے جس میں تعفن بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے نصیب میں کچھ بھی نہیں لکھا ہوتا۔اسی طرح انسان کے دل کی کیفیت ہے۔اگر اس میں تقویٰ موجود نہ ہو تو پھر جو کچھ بھی تعفن اس میں ہوتا ہے وہ خو بخود مزید گندہ اور مزید متعفن ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس مقدمے کے متعلق جہاں تک انسانی کوششیں ہو سکتی تھیں وہ تو جماعت نے پوری کیں اور جو کوششیں اب بھی ممکن ہیں بظاہر تو کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ اس سے پہلے مارشل لاء نے اس بات کی پیش بندی کر لی تھی کہ مارشل لاء ہٹنے کے بعد بھی مارشل لاء کے سارے جابرانہ فیصلے باقی رہیں اور جابرانہ ہتھکنڈے جاری رکھنے کے سامان مہیا رہیں اور صدر جب چاہے اور جس طرح چاہے فیصلے کر سکے اور کوئی عدالت اس کو پوچھ نہ سکے۔ یہ سارے فیصلے جب مارشل لاء ہٹایا گیا تو جمہوریت کے نام پر نافذ کئے جا چکے ہیں۔اس لئے عوام الناس کو سنانے کے لئے یا غیر ملکیوں کو دکھانے کے لئے اگرچہ بظاہر مارشل لاء ہٹ گیا ہے لیکن مارشل لاء کے جتنے بھی ناپسندیدہ مکروہ پہلو ہوتے ہیں جن سے قومیں نفرت کرتی ہیں وہ سارے پہلو باقی رکھ لئے گئے ہیں۔

اس لئے جماعت کی جہاں تک دنیاوی کوششوں کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ساری دنیا میں جماعت کوشش بھی کر رہی ہے، احتجاج بھی کر رہی ہے، مختلف ذرائع استعمال کر رہی ہے۔ وہاں بھی ہمارے امراء اور ہمارے وکلاء اور جو بھی اثر رکھتے ہیں کسی رنگ میں وہ سر جوڑ کر بیٹھے ہیں اور کوششیں کر رہے ہیں لیکن یہ منزل وہ ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

؏ حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے

تو توّاب خدا کے سامنے جھکنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک بات میں کھول کر بتا دیتا ہوں کہ اللہ کی تقدیر سے راضی رہنے کا فیصلہ پہلے کرنا ہوگا۔ یہ بھی اُن تقدیروں میں سے ہے جو بظاہر مکروہ بھی نظر آئے لیکن اس کراہت کے پردے میں بے انتہا حسن پوشیدہ ہے۔

جن لوگوں کے متعلق بھی سزائے موت سنائی گئی ہے امر واقعہ یہ ہے کہ پیچھے رہنے والوں کے لئے خواہ کتنا بھی دکھ ہو ان سے زیادہ خوش نصیب اس دور میں اور کوئی نہیں ہو سکتا جن کو محض لِلّٰہ موت کی سزا سنائی گئی اور لمبی تکلیفوں کے بعد لمبی قید کے بعد ان کو پھر یہ سعادت نصیب ہوئی کہ خدا کی نظر میں وہ ہمیشہ کی زندگی پا جانے والے ہوں۔ اس لحاظ سے ان پر رحم کا سوال نہیں، ان پر رشک کا سوال ہے۔ قابل رحم وہ لوگ ہیں جو پیچھے رہ گئے ہیں، قابل رحم وہ لوگ ہیں جن کو کوئی قسم کی حسرتیں ہیں۔

اس پہلو سے جماعت احمدیہ کے ردعمل سے میں بہت خوش ہوں۔ جیسا کہ میں بیان کرونگا ابھی بہت ہی عظیم الشان ردعمل کا اظہار کیا ہے جماعت احمدیہ نے۔ لیکن اس سے پہلے ان مظلوموں کے لئے ان کے اہل خاندان کے لئے جن کے متعلق ایک ظالمانہ فیصلہ سنایا گیا ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا کی تقدیر کس رنگ میں ظاہر ہو۔ ضروری تو نہیں ہوا کرتا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کر ہی شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے۔ وہ لوگ جو خدا کی رضا کی خاطر خوشی سے جان دینے کے لئے تیار بیٹھے ہوتے ہیں ان کو آزمائش میں ڈالے بغیر بھی خدا تعالیٰ شہادت بلکہ اس سے اعلیٰ مراتب عطا فرما سکتا ہے۔ اس لئے ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن اس خیال سے کہ ان کے لئے اور دعا کی تحریک خصوصیت کے ساتھ پیدا ہو اور ان کے اہل وعیال اور عزیزوں کے لئے میں ایک خط کا ایک اقتباس سناتا ہوں جو پروفیسر ناصر احمد صاحب قریشی نے اس واقعہ سے کچھ عرصہ کے بعد لکھا۔ یہ ستمبر 1985ء کی چار تاریخ کا لکھا

ہوا خط ہے۔ اُس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس قدر دردناک دور میں سے پاکستان کے احمدی گزر رہے ہیں اور کتنے دردناک مظالم ہیں جو مسلسل ان پر توڑے جارہے ہیں اور ان کے دلوں پر اور ان کے بچوں کے دلوں پر کیا بیتی ہے اور کیا بیت رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں یہ خط صبح چھ بجے ایک نہایت ہی کرب کی حالت میں لکھ رہا ہوں۔ حضور! جیل کی سلاخوں کے اندر تقریباً نوّے دن کا عرصہ ہو چلا ہے۔ بعض اوقات تو دل اس قدر بے قرار ہو جاتا ہے کہ آنسو نکل آتے ہیں اور خدا کے حضور سر بسجود ہو کر عرض کرتا ہوں

ع کیا میرے دلدار تو آئے گا مر جانے کے دن

پیارے آقا! میری ساتھ میرا جوان لڑکا محمود احمد بھی ہے جو مجھ سے دن میں کئی بار یہ پوچھتا ہے کہ یہ ظلم ہم پر ناحق کیوں ہو رہا ہے۔ ایک میرا بھائی جس کی عمر تقریباً پنتالیس ۴۵ سال ہے (یعنی رفیع احمد) وہ بھی خاموش نگاہوں سے یہی سوال کرتا نظر آتا ہے اس کا نام رفیع احمد ہے۔ میرے دوسرے ساتھی بھی کم و بیش آہوں اور سوالیہ نگاہوں سے یہی سوال پوچھتے ہیں۔ ان سب کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے، جواباً یہی کہا جاتا ہے صبر کریں، صبر کریں اور صبر کریں۔ حضور! میرے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ خدا کے آسرے پر رہ رہے ہیں۔ سب سے چھوٹا بچہ جس کی عمر چھ سال ہے جب بھی کبھی ملاقات کے لئے آتا ہے تو مجھے اور اپنے بھائی اور چچا سے جیل کی ڈبل جالیوں سے باہر سہم کر کہتا ہے اے ابا! مجھ سے ملاقات نہیں کرنی۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس جالی کو ہٹاؤ اور مجھے سینے سے لگاؤ، مجبوراً جیل کے جیلر صاحب سے عرض کر کے اسے اندر بلایا جاتا ہے تو وہ میرا منہ چومتا ہے، گلے لگتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ میری جان سے پیوست ہو جائے لیکن جلد ہی سسکتی نگاہوں سے باہر جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ منظر بڑا ہی کرب انگیز ہوتا ہے۔ لڑکے ملاقات کے لئے آتے ہیں روز پوچھتے ہیں آپ کب آئیں گے۔ انہیں تسلیاں دی جاتی ہیں کہ بیٹا جلد آجائیں گے۔ بچیاں روز صبح سے انتظار کر کے رات کو رو رو کر سو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم بے گناہ ہیں۔ میں نے اٹھائیس سال کا عرصہ محکمہ تعلیم سے منسلک اسی صوبہ سندھ میں گزارا ہے اور گرفتاری کے وقت بھی سکھر ہی میں بی ایڈ کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر تھا۔ میں نے نہایت ایمانداری اور خلوص سے سندھ کے اضلاع لاڑکانہ، دادو، نواب شاہ، خیر پور اور سکھر میں خدمات انجام دی ہیں

اور میرا ریکارڈ اے ون ہے‘‘۔

اسی مضمون کا یہ خط آگے چلتا ہے اور اسی مضمون کے بہت سے خط اور بھی موصول ہوئے ہیں جو مختلف قیدیوں نے اپنے دل کے حالات بیان کئے ہیں، اپنے بیوی بچوں کے حالات بیان کئے اور راہ مولیٰ کے اسیر جن کے خطوط مجھے ملتے رہے ہیں وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، ایک دو نہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے والد شہید ہوئے، جن کے بھائی اور ان کو اب اس دنیا کی حکومت نے موت کی سزا دی ہے اس لئے نمونۃً خصوصیت سے ان کے لئے دعا کی تحریک کے طور پر اس خط کا یہ اقتباس میں نے سنایا ہے۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے دورد عمل ہیں ایک تو انتہائی کرب اور غم کا، اتنا شدید کرب کا اظہار کیا ہے ساری دنیا کی جماعتوں نے کہ وہ افریقہ میں بسنے والے یا فجی کے جزائر میں پیدا ہونے والے لوگ جنہوں نے کبھی کسی پاکستانی سے ملاقات بھی نہیں کی کجا یہ کہ پاکستان کے احمدیوں کو جانتے ہوں اور ان کو خصوصیت سے جانتے ہوں۔ پھر ٹرینڈاڈ میں بسنے والے لوگ، امریکہ کے باشندے غرضیکہ دنیا کے کونے کونے پر بسنے والے احمدی جو پاکستان کے احمدیوں اور خصوصاً ان مظلوم احمدیوں کے ناموں سے بھی آشنا نہیں، اس قدر بے چین ہیں کہ بسا اوقات وہ لکھتے ہیں کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کس طرح اپنے درد کا اظہار کریں، سوائے اس کے کہ خدا کے حضور ہم تڑپ رہے ہیں اور کوئی چارہ نہیں۔

یہ پہلو اس لحاظ سے بہت ہی خوش کن ہے کہ جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرما دیا ہے جس کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے خبر دی تھی کہ مومن کی یہ علامت ہوتی ہے کہ اپنے بھائی کے لئے اسی طرح دکھ محسوس کرتا ہے، اس طرح کرب محسوس کرتا ہے جیسے ایک بدن کے حصے ہوں، اگر ایک پاؤں کی انگلی کو بھی ذرا سی تکلیف پہنچے تو سارا بدن اس کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ (بخاری کتاب الادب حدیث نمبر: ۵۵۵۲) پس اتنی عظیم الشان دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت اس طرح ایک بدن بن چکی ہو۔ یہ اتنا بڑا خدا کا احسان ہے اور اتنا بڑا احمدیت کا معجزہ ہے کہ اگر اور کوئی سچائی کی علامت نہ بھی کسی کو نظر آئے تو یہی علامت ایک سعید فطرت انسان کے لئے کافی ہونی چاہئے۔ کوئی جماعت دنیا کی ایسی دکھائیں جس کے ایک کروڑ باشندے خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے والے اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے اس

قدر شدت کے ساتھ بے چین ہوں۔

اس ردعمل کا دوسرا پہلو جو اس سے بھی حسین تر ہے وہ یہ ہے کہ باہر بیٹھے ہوئے اس بات پر خوش نہیں ہیں کہ وہ باہر ہیں اور ان کے بھائی تکلیفوں میں ہیں بلکہ شدید غم کا اظہار یہ بھی کیا جاتا ہے کہ کاش ان کی جگہ ہم وہاں ہوتے اور وہ ہماری جگہ آزاد پھر رہے ہوتے، کاش خدا تعالیٰ نے یہ سعادت ہمیں بخشی ہوتی، کاش ہم خدا کی راہ میں چنے جاتے کہ اس کی رضا کی خاطر دنیا میں تکلیفیں اٹھائیں۔ بعض لوگ شہادت کے لئے دعائیں کرنے کی درخواستیں کر رہے ہیں۔ بعض لوگ یہ درخواستیں کرتے ہیں کہ آخر کب تک ہمارے صبر کا امتحان ہوگا، ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالیں، آخر ایک حد ہوتی ہے، کب تک ہم گالیاں سنیں گے اور ہمارے مظلوم بھائی دکھ اٹھائیں گے، کب تک اپنے معصوم بھائیوں کے دکھ ہم اٹھائیں گے۔ ایسے خط بھی آتے ہیں۔

اُن سب کو فرداً فرداً بھی میں صبر کی تلقین کرتا ہوں اور اب جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان کو اسی لئے خصوصیت کے ساتھ چنا ہے تا کہ جماعت کو خدا تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچاؤں کہ ان حالات میں صبر کا دامن کسی قیمت پہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑنا اور یہ سعادت سمجھنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خاطر دکھ اٹھانے کی توفیق بخشی ہے۔ تاریخ عالم میں یہ واقعات روز روز نہیں ہوا کرتے۔ تاریخ کے عالم میں قومیں اس طرح وسیع پیمانے پر نہیں روز روز آزمائی جاتیں اور روز روز قوموں کو یہ توفیق نہیں ملا کرتی ہے کہ خدا کے حضور دکھ اٹھانے کی آزمائش میں کامیابی سے گزر جائیں مسکراتے ہوئے اور ہنستے ہوئے دشمن کے سامنے، روتے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے خدا کے حضور لیکن اپنے سر کو سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے نہ جھکانے والے ہوں اس حالت میں اپنی عزت نفس کو قائم رکھتے ہوئے اپنے ضمیر کی آزادی کی حفاظت کرتے ہوئے، اپنی اعلیٰ اقدار کی حفاظت کرتے ہوئے، شان کے ساتھ اور فخر کے ساتھ اس ابتلاء کے دور سے گزرنے والی قوموں پر اگر آپ نظر ڈالیں تو بہت کم آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو اس شان کے ساتھ امتحان میں پوری اتری ہوں جس طرح جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہے۔ پس یہ عظیم الشان ایک رشک کا مقام بھی ہے۔

جہاں تک ہمتوں کا تعلق ہے یہ پہلو بھی بہت ہی تسکین بخش ہے کہ بکثرت احمدی یہ خط لکھ رہے ہیں کہ آپ ہمارے متعلق بالکل فکر نہ کریں، ان واقعات نے ہماری ہمتوں کو کمزور کرنے کی

بجائے اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا ہے، اگر ہم پہلے لوہا تھے تو اب فولاد بن گئے ہیں، اگر پہلے سونا تھے تو اب کندن بن کے نکل رہے ہیں۔ آپ نے جس حالت میں ہمیں چھوڑا تھا جب واپس آئیں گے تو انشاء اللہ اس سے بہت بہتر حالت میں ہمیں پائیں گے۔ کبھی اتنی قربانی کی تمنا ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوئی تھی، کبھی قربانی کے لئے اتنا عزم دلوں میں نہیں پیدا ہوا تھا، کبھی قدموں میں ایسا ثبات ہم نے نہیں دیکھا تھا جیسا کہ اب اس دور میں ہمیں نصیب ہوا ہے اور جتنا ظلم میں دشمن بڑھتا چلا جا رہا ہے اتنا اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ہمارے دلوں کو ڈھارس دیتا چلا جا رہا ہے اور ہمارے ارادوں کو بلند تر کرتا چلا جا رہا ہے، ہمارے قدموں کو مضبوط تر کرتا چلا جا رہا ہے۔ اپنے اپنے رنگ میں، ٹوٹی پھوٹی زبان میں، کوئی شستہ زبان میں ہر احمدی یہ کوشش کر رہا ہے کہ خطوں کے ذریعہ مجھے ڈھارس دے اور مجھے تسلی دے کہ آپ ہماری فکر نہ کریں۔

یہ وہ نظارے ہیں جو آسمان کی آنکھ کم دیکھا کرتی ہے۔ اس پہلو کی طرف بھی نظر کریں۔ مرنے والے تو روز مرتے ہی چلے جاتے ہیں کوئی موٹر کے حادثے میں مر جاتا ہے، کوئی سائیکل سے گرتا ہے تو مر جاتا ہے، کسی کو ویسے گھر میں دہلیز پر ٹھوکر لگ جاتی ہے تو مر جاتا ہے، کوئی دھماکے سن کے مر جاتے ہیں، کوئی ہیضے کا شکار ہو جاتے ہیں، کوئی اپنے ہاتھوں بد نظمی کے نتیجے میں مارے جاتے ہیں۔ ہزار قسم کی موتیں ہیں کہیں کینسر ہے، کہیں اور بیماریاں ہیں، لمبی تکلیف دہ موتیں ہیں اور روزمرہ کا یہ سلسلہ ہے۔ کروڑوں انسان مر رہے ہیں لیکن اُن کروڑوں انسانوں کی موت پر آسمان میں کوئی جنبش نہیں ہوتی۔ وہ چند خوش نصیب جن کو ایسی موت نصیب ہو کہ آسمان لرز اٹھے ان کی موت سے اور ملائکہ ان پر درود بھیجنے لگیں یہ موتیں قابل رحم موتیں نہیں یہ تو قابل رشک موتیں ہیں اور جماعت احمدیہ اس مضمون کو خوب سمجھ رہی ہے اس لئے جماعت احمدیہ کو کسی طرح بے دل کرنا یا مایوس کر دینا یا اپنے بلند ارادوں سے باز رکھنا یہ اب جماعت احمدیہ کے دشمن کے بس میں ہی نہیں ہے۔ وہ کوتاہ ہے اس کی بازو کوتاہ ہیں، اُس کا تصور کوتاہ ہے، پست قامت ہے وہ اپنے حوصلے میں، اپنے مرتبے اور اپنے مقام میں، اُس کا تصور بھی ان قدموں کو نہیں چھو سکتا جو جماعت احمدیہ کے عزائم کے قدم ہیں، کجا یہ کہ وہ ان بلندیوں کو حاصل کرے جن سے جماعت احمدیہ کے عزم کے سر باتیں کر رہے ہیں۔

اس لئے جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے میں یہ باتیں اس لئے بیان نہیں کر رہا کہ

آپ بحیثیت جماعت اپنے اوپر رحم کرنے لگ جائیں ۔بحیثیت جماعت آپ قابل رشک ہیں۔ بحیثیت جماعت یہ جو دور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ جماعت کے لئے سعادتوں کا دور ہے۔ بہت سی سعادتیں ایسی ہیں جو نصیب ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں روز اور بہت سی ایسی ہیں جو ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔اس لئے جو کچھ بھی خدا کی تقدیر کر دکھائے ، ان بنیادی حقائق کو کبھی فراموش نہ کریں اور پہلی قوموں کی طرح نہ بنیں جنہوں نے تھوڑی تھوڑی آزمائشوں کے اوپر بھی ہمتیں ہارنی شروع کر دیں اور اس زمانے کے اولوالعزم انبیاء کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ کس طرح ان کے دلوں کو سہارا دیں۔خوش نصیب ہیں آپ کہ آپ کے اوپر خدا تعالیٰ نے جو سربراہ مقرر فرمایا ہے اُس کو یہ فکر نہیں ہے کہ آپ کے دلوں کو وہ کیسے سہارا دے۔ حیرت انگیز نمونہ ہے، محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کے نمونے کی یاد تازہ کرنے والا نمونہ ہے۔ وہ مجھے خط لکھ رہے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ ہرگز فکر نہ کریں، ہمارے دل مضبوط ہیں خدا کے فضل سے ہم ہر قربانی کے لئے پہلے سے بڑھ کر تیار ہیں۔لیکن یہ برکت سراسر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کی برکت ہے۔

پہلے انبیاء کی قوموں نے بھی بڑے اچھے نمونے دکھائے مگر وہ نصیب نہ ہو سکا جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی سے نصیب ہوسکتا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بھی آزمائی گئی اور ان کو بھی قسم قسم کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن جو نمونہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوم نے دکھایا ویسا نمونہ ان کو نصیب نہیں ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے صبر کے ذریعے سے استقامت مانگو یہ ساری زمین خدا ہی کی ہے جس کو چاہتا ہے وہ اس کا وارث بنا دیتا ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ عاقبت متقیوں کے لئے ہی ہے انجام کار متقی ہی کامیاب ہوں گے۔قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا یہ بات سن کہ ان کا جواب یہ تھا کہ اے موسیٰؑ ! تیرے آنے سے پہلے بھی ہم دکھوں میں مبتلا کئے گئے تھے اور تیرے آنے کے بعد بھی ہمارا یہ حال رہا ہمیں کیا فرق پڑا ہے۔محمد

مصطفیٰ ﷺ کی قوم آپ کو یہ جواب نہیں دے سکتی تھی۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام وہم وگمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضور ﷺ ان کو صبر کی تلقین کر رہے ہوں اور آگے سے وہ یہ جواب دیں کہ آپ سے پہلے بھی ہم برے حال میں تھے آپ کے آنے کے بعد بھی ہم برے حال میں رہے۔ وہ تو واقعہ آپ بار بار سن چکے ہیں کہ بدر کے مقام پر کس طرح، کس شان کے جواب تھے جو آنحضرت ﷺ کے غلاموں نے آپ کو دیئے۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور دکھوں کے ساتھ ایک یہ بھی دکھ تھا کہ ان کی قوم بار بار ہمت ہارتی تھی، بار بار اسے سنبھالنا پڑتا تھا، بار بار اسے اٹھانا پڑتا تھا اور پھر بتانا پڑتا تھا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ دیکھو دیکھو ممکن ہے تمہارا رب عین ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اور تمہیں وارث بنا دے زمین میں پھر دیکھے وہ تمہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

لیکن خدا کی شان ہے، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا نے تربیت کی ایسی عظیم الشان قوتیں عطا فرمائی تھیں اور تزکیہ نفس کی ایسی عظیم الشان قوتیں عطا فرمائیں تھیں کہ آنحضور ﷺ کے زمانے کی بات تو بالکل ایک الگ بات تھی چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے آج بھی وہ قوت قدسیہ اسی طرح کارفرما ہے۔ آج بھی وہ قوت قدسیہ اسی طرح زندہ ہے اور چودہ صدیاں بھی اس قوت کو کمزور نہیں کر سکی۔ وہ دل جو اُس قوت سے متاثر ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، وہ دل جو اس قوت کو اپنے سینوں میں سمانے کے لئے اپنے دلوں کے دروازے کھولتے ہیں، اُن دلوں میں وہ قوت آج بھی اسی طرح قوت کے ساتھ کارفرما ہے جس طرح چودہ سو سال پہلے آنحضور ﷺ کی یہ تزکیہ نفس کی قوت کام دکھا رہی تھی۔

چنانچہ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام کے غلام در غلام کو ہر طرف سے یہی پیغام مل رہا ہے کہ تم ہماری فکر نہ کرو۔ ہم تو یہ غم کھا رہے ہیں کہ ہم کیوں نہیں تھے جنہیں یہ توفیق ملی قربانی کی۔ ہم تو اس حسرت میں آنسو بہا رہے ہیں کہ کاش ہمیں یہ سعادت ملتی۔ ہم آگے بڑھ کر ان زنجیروں کو چومتے جن میں ہمارے بھائی جکڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ ہمارے لئے یہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے پہلے سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرنے کی اور سعادتیں عطا فرمائے۔ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک نہایت ہی ادنیٰ اور حقیر غلام کو آپ کی قوم مخاطب ہو کر

یہ کہہ رہی ہے۔

پس جس پہلو سے بھی دیکھیں ان دکھوں میں بھی ایسے حسین لمحات ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے مقیّد کر دیئے ہیں کہ ہر دکھ کے پردے میں ایک حسن لپٹا پڑا ہے، ہر مصیبت کے پردے میں خدا تعالیٰ کی رضا کے پیغام ہیں جو چھپے ہوئے ہیں اور اگر دیکھنے کی آنکھ ہو تو اس کو معلوم ہوگا کہ اتنا عظیم الشان سعادت کا دور بہت ہی شاذ کے طور پر قوموں کو نصیب ہوا کرتا ہے۔

اس لئے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گائیں۔ اس دکھ کی بھی حفاظت کریں جو خدا کی راہ کا دکھ ہے لیکن اس دکھ کے ساتھ اس حمد اور شکر کی بھی حفاظت کریں جو اس سعادت کے نتیجے میں آپ کے دل میں پیدا ہونے چاہئیں۔ اور اگر محض دکھ ہے اور یہ دکھ شکووں میں بدل جاتا ہے تو پھر جو کچھ آپ نے حاصل کیا تھا وہ سب ہاتھ سے ضائع چلا جائے گا۔

مومن کے دکھ اور کافر کے دکھ میں یہی فرق ہوا کرتا ہے۔ کافر کا دکھ اُسے ہلاک کر دیتا ہے۔ اور مومن کا دکھ اس کے مقامات اور مراتب کو پہلے سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے اور مومن کا دکھ اُسے نئی زندگیاں عطا کرتا ہے۔ اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ اس دکھ کو محسوس نہ کریں۔ وہ تو ظالم اور سفاک انسان ہوگا جو اپنے بھائی کی تکلیف کے اوپر تکلیف محسوس نہ کرے لیکن اس دکھ کو یہ اجازت نہ دیں کہ وہ آپ کے نفس کو ہلاک کرے اور آپ اپنے خدا سے ناراض ہو جائیں، آپ اپنے خدا سے شکوے شروع کر دیں، اپنے خدا کے حضور بے صبری دکھانے لگیں۔ اس سعادت پر نظر رکھیں جو آپ کو عطا ہوئی ہے جس کے آپ لائق نہیں تھے، میں لائق نہیں تھا۔ محض یہ خدا کا فضل ہے ورنہ میں جانتا ہوں کہ ہم بہت ہی کمزور لوگ ہیں۔

اتنے خوفناک مصائب کا سامنا ہے جماعت احمدیہ پاکستان کو کہ اگر اپنے نفس کی طاقت کے ذریعہ ان کا مقابلہ کرنا ہوتا تو کبھی کی یہ جماعت ٹوٹ کر پارہ پارہ ہو چکی ہوتی۔ لیکن چھوٹے، بڑے، بوڑھے، مرد اور عورتیں جتنے بھی وجود ہیں پاکستان میں احمدیت کے، جتنے بھی نفوس ہیں، جس رنگ کی بھی وہ شکلیں اور صورتیں ہیں، ہر ایک میں خدا کا فضل سرایت کر چکا ہے اور نئے نئے وجود انہیں وجودوں میں سے پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک نئی تخلیق ہے خدا تعالیٰ کی جو جاری ہے اس وقت تمام احمدیوں کے ابدان پر۔ انہی بدنوں سے نئے بدن نکل رہے ہیں، انہی روحوں سے نئی روحیں نکل رہی

ہیں اور اتنا وسیع اور عام دور ہے یہ کہ جیسا کہ میں نے بار بار پہلے بھی توجہ دلائی ہے۔ واقعۃً بغیر مبالغہ کے تاریخ میں اتنے وسیع پیمانے پر اس طرح روحانی تخلیق نو بہت کم ہوتی ہوئی دکھائی دے گی۔ اس لئے اس سعادت کا خیال کر کے خدا تعالیٰ کے شکر سے غافل نہ رہیں، خدا تعالیٰ کی حمد سے غافل نہ رہیں اور اسی کے حضور یہ دعا کریں اور اسی سے التجا کریں کہ اگر اس کی آزمائش کے دن اور لمبے ہیں تو آپ کے صبر کے دن بھی اس سے زیادہ بڑھا دے۔ اگر آزمائش میں زیادہ سختی آنے والی ہے تو آپ کے حوصلے کو اس سے بھی زیادہ سخت کر دے۔ اگر ظلموں میں کچھ ابھی حصہ باقی ہے، ابھی ظلم اپنی انتہاء کو نہیں پہنچے تو اللہ تعالیٰ آپ کی استقامت کو اپنی انتہاء تک پہنچا دے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے ہرگز بعید نہیں کہ اس سے زیادہ دشمن کے کچھ اور کرنے کے بھی ارادے ہوں۔ ہرگز بعید نہیں کہ ابھی اور بھی سینے کے کینے، سینے کے بغض جو ابھی مخفی دلوں میں کھول رہے ہیں وہ باہر آنے کے لئے زور مار رہے ہوں اور شاید ان کو توفیق بھی مل جائے کیونکہ جب حکومت کے سربراہ خود فتنہ وفساد کو پرورش دینے کا تہیہ کر چکے ہوں تو جہاں تک سینوں کے بغضوں کا تعلق ہے وہ تو ہمیں معلوم ہے کہ وہ کس طرح کھول رہے ہیں، ان کو اگر اجازت دی جائے ان کا دل بڑھایا جائے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور کہا جائے کہ ہاں تم مانگو ہم تمہیں دیتے ہیں تو پھر یہ خیال کر لینا کہ بس جو کچھ ہو چکا بس یہی ہے شاید اس کے بعد کچھ نہ ہو یہ غلط خیال ہے۔

دراصل مومن ایک لحاظ سے سادہ بھی ہوتا ہے۔ وہ اپنے دل پر نگاہ کرتا ہے اور سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ دل جو ایمان کی حقیقت سے نا آشنا ہو اُس کی سوچ اس کے فکر کے تقاضے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اُس کی عادات واطوار بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ مومن تو جب اُس کا دشمن بھی مارا جا رہا ہو اُس کے لئے بھی دکھ محسوس کرتا ہے۔ اور کبھی یہ مومن کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ جب وہ جائز بدلہ بھی لے رہا ہو تب بھی اُس بدلہ لیتے وقت اُس کے دل کو اطمینان نصیب نہ ہو بلکہ وہ اور کا مطالبہ کر رہا ہو کہ بس اور بھی مارا جائے اگر اس کو قتل کیا ہے تو اس کے بچوں کو بھی قتل کروں، بچوں کو قتل کیا ہے تو گھر بھی برباد کر دوں، رشتہ داروں کو بھی فنا کر دوں۔ یہ جو خیالات ہیں یہ مومن کے دل میں پیدا ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے مومن سوچ بھی نہیں سکتا کہ دشمن ظلم کے بعد مزید ظلم کی خواہش رکھتا ہوگا، ایک زیادتی کے بعد اور زیادتیاں کرنے کی سوچ رہا ہوگا، ایک دکھ پہنچا کر اور دکھ کے طریقے

ایجاد کرنے میں محو ہو گا۔ مومن کے وہم میں بھی نہیں آسکتا۔

مگر اللہ تعالیٰ بتاتا ہے ہمیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تمہیں نظر آرہا ہے۔ اکبر ہے وہ، جو تمہیں نہیں دکھائی دے رہا وہ ہم دیکھ رہے ہیں وہ بغض اور کینے جو وہ پال رہے ہیں تمہارے متعلق، وہ سارے کے سارا ظاہر نہیں ہوا اس لئے نہیں کہ وہ خدا نے ظاہر نہیں ہونے دیا، خدا نے خدا کی تقدیر نے ہاتھ روکے ہوئے ہیں۔ مگر خدا جانتا ہے کہ جہاں تک بغضوں کے ذخیروں کا تعلق ہے۔ وہ اسی طرح بے پناہ جوش کے ساتھ ابل رہے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم نے ایسے دلوں کا نقشہ ایک اور آیت میں اس طرح کھینچا کہ جب خدا تعالیٰ جہنم سے کہے گا کہ کیا تو اب مطمئن ہوگئی ہے تو جہنم آگے سے جواب دے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:۳۱) کہ یہ آگ جو ہے یہ تو پیٹ بھرنے والی چیز نہیں ہے۔ یا آگ ایسی چیز ہے جس کا پیٹ نہیں بھرا جاسکتا اس لئے هَلِ امْتَلَأْتِ کا جواب کہ کیا تو بھر گئی ہے؟ میرا تو ہمیشہ یہی رہے گا کہ ہر دفعہ جب بھی میری جہنم کے اندر میرے جہنم کا پیٹ بھرنے کی کوشش کی جائے گی میں یہی آگے سے کہوں گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ، هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کچھ اور بھی ہو تو لے آؤ، کچھ اور بھی ہو تو لے آؤ۔ تو مومن کے برعکس وہ لوگ جن کو ایمان کی حقیقت کا علم نہیں ہوتا ان کے دلوں میں انتقام کی آگ اسی طرح جل رہی ہوتی ہے جیسے جہنم میں کوئی آگ جل رہی ہو وہ تو ہمیشہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کا مطالبہ کرتے رہیں گے۔

چنانچہ آپ احمدیت کی دشمنی کی تاریخ پر نظر ڈالیں ہمیشہ آپ کو پہلے سے بڑھتے ہوئے مطالبات دکھائی دیں گے۔ ایک مطالبہ کے بعد جو بہت ہی لغو نظر آتا تھا قوم کو اور اس وقت اُس زمانے کی قوم کے سرداروں نے سمجھا کہ اتنا احمقانہ مطالبہ ہے اسے ہم کیسے منظور کر سکتے ہیں! جب آہستہ آہستہ دباؤ بڑھنے شروع ہوئے اور ادھر ایمانوں میں کمزوری آنی شروع ہوئی، اخلاق میں کمزوری آنی شروع ہوئی تو لغو مطالبات منظور کئے گئے کہ اس خیال سے کہ بس اب اس سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگلے دور میں اس سے بھی زیادہ لغو مطالبات کہ بعض بدنصیبوں نے وہ بھی منظور کر لئے۔ پھر اگلے دور میں اس سے بھی زیادہ لغو مطالبات پھر بعض بدبختوں نے وہ بھی منظور کر لئے اور

ایک دور اب ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر اور مطالبات ہو رہے ہیں۔ اس لئے اگر آپ کا عزم بڑھ رہا ہے تو اس بڑھتے ہوئے عزم کی ضرورت بھی ہے آپ کو اگر آپ کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں تو ان بلند ہوتے ہوئے حوصلے کی آپ کی ضرورت بھی ہے اس لئے اس دعا سے غافل نہ رہیں کہ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ إِسْرَافَنَا فِيْٓ أَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ (آل عمران: ۱۴۸)

اے خدا! ہم سے بخشش کا سلوک فرما، عفو کا سلوک فرما اور ہمارے پائے ثبات کو مزید ثبات بخش کیونکہ اس کے بغیر ہم بغیر تیری نصرت کے تیرے انکار کرنے والوں پر فتح نہیں پا سکتے۔ یہ فتح تو نے عطا فرمانی ہے لیکن ہم تجھ سے ہی حوصلہ مانگتے ہیں، تجھ سے ہی صبر مانگتے ہیں، تجھ سے استقامت مانگتے ہیں۔

پس ان دعاؤں کے ساتھ اپنے ان مظلوم بھائیوں کے لئے، ان کے اہل و عیال کے لئے اور ساری جماعت کے لئے اور اسلام کے لئے کثرت سے دعائیں کریں اور اپنے ملک یعنی پاکستانیوں سے میں کہہ رہا ہوں کہ اپنے ملک کے لئے بھی دعا کریں۔ کیونکہ مجھے ڈر یہ ہے کہ اب اس مقام تک بات پہنچ چکی گئی ہے کہ جس کے بعد پھر واپسی کے رستے دکھائی نہیں دیتے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بروج میں یہ نقشہ کھینچا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ (البروج: ۱۱)

کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے بندوں کو، مومنوں کو فتنے میں مبتلا کیا اور پھر راضی نہیں ہوئے کافی نہیں سمجھا اس کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر دوبارہ انہوں نے تکرار کیا اور توبہ نہیں کی فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اُن کے لئے بھی دوہرے عذاب کی خبر دی جاتی ہے۔ عَذَابُ جَهَنَّمَ بھی ہے ان کے لئے اور عَذَابُ الْحَرِيْقِ بھی ہے یعنی آگ میں جلتے رہنے کا عذاب۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح وہ ایک بات کرتے ہیں ظلم کی اور پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایک پکڑ کرتا ہے اور اس پکڑ کا اعادہ بھی کرنا جانتا ہے۔ اور یہ عجیب توارد ہے کہ اس گزشتہ تھوڑے سے دور میں اس آیت کی ایک ظاہری تفسیر

ہمارے سامنے ظاہر ہوئی ہے، ہمارے سامنے کھلی ہے کہ ابھی ساہیوال کیس میں دو کلیۃً مظلوم مومن بندوں کے قتل کرنے کا فیصلہ حکومت نے کیا اور اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد اس ظلم کا اعادہ سکھر میں جا کر کیا گیا اور وہاں بھی دو ہی خدا کے مظلوم اور خدا کے معصوم بندوں کو جن کا صرف یہ جرم تھا کہ وہ ایمان لے آئے، ان کے قتل کا فیصلہ کیا گیا۔

تو قرآن کریم نے جس اعادہ کا نقشہ کھینچا ہے کہ باز نہیں آتے اور پھر کرتے ہیں ہم بھی انہیں دوہری پکڑ کی بشارت دیتے ہیں ہم بھی جانتے ہیں کہ کس طرح ایک دفعہ پکڑا جاتا ہے اور پھر دوبارہ پکڑا جاتا ہے۔ تو چونکہ دوسری دفعہ یہی ظالمانہ حرکت کرنے کے بعض لوگ مرتکب ہو چکے ہیں اس لئے بظاہر تو مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا ان کی نجات کا یا پیچھے ہٹنے کا۔

دعا یہ کریں کہ قوم کو ان کی نحوست سے خدا تعالیٰ بچائے۔ جتنا بڑا ظلم کرنے والا ہوا تنا ہی اس کی نحوست کا سایہ بھی بڑا ہوا کرتا ہے اور وہ قوم کا سربراہ ہو تو ساری قوم کو اس کی نحوست لپیٹ میں لے لیا کرتی ہے بسا اوقات۔ قرآن کریم فرعون کا ذکر کرتا ہے، فرماتا ہے فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ (ھود: ۹۹) فرعون نے اپنی ساری قوم کو آگ کے گھاٹ کا منہ دکھا دیا ان کو آگ کے گھاٹ میں لے اترا۔ تو بہت ہی بدقسمتی ہوتی ہے کہ قوم کی جس کے سربراہ کی نحوست کا سایہ بھی اُتنا ہی بڑا ہو اور اتنا بڑا ہو کہ بسا اوقات وہ ساری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔

اس لئے جو پاکستان سے تعلق رکھنے والے احمدی ہیں خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی بستے ہیں ان کا اولین فرض ہے کہ اپنے ملک کے لئے دعا کریں کہ اللہ انتہائی خوفناک ابتلاء سے اس ملک کو کامیابی سے بچا کر نکال لے جائے اور جو سعید فطرت لوگ ہیں ان کو ہدایت بخشے۔ وہ گھن کی طرح اس میں پیسے نہ جائیں اور صرف وہ چند ظالم جو خدا کی نظر میں ظالم ٹھہرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کی تقدیر پکڑے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا نشان بن جائیں۔

لیکن جو احمدی پاکستان سے تعلق نہیں رکھتے ان کو بھی میں دعا کے لئے کہتا ہوں کہ پاکستان کے ساری دنیا کے بسنے والوں پر احسان ہے۔ ایک لمبا عرصہ پاکستان کے احمدیوں نے اسلام کے نور کو دنیا میں پھیلایا ہے اور ساری دنیا کے باشندوں کو امام وقت سے روشناس کروایا ہے۔ بڑی عظیم الشان قربانیاں دی ہیں، سب سے زیادہ واقفین پیدا کئے ہیں۔ سب سے زیادہ قربانیوں والے پیدا

کئے ہیں، اس لئے ساری دنیا کے احمدی اگر چہ وہ پاکستانی نہیں ہیں اگر چہ حب الوطن کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں لیکن حب الایمان کا یہ ضرور تقاضا ہے کہ پاکستان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ پاکستان ہی سے ان کے ملک تک نور پہنچانے والے نکلے تھے۔ پاکستان ہی سے وہ جیالے اٹھے تھے جنہوں نے دنیا کے کونے کونے میں محمد مصطفی ﷺ کی رسالت کا پیغام پہنچایا اور خدا کی توحید کے گیت گائے۔

پس دعا کریں کیونکہ مجھے اس ملک کے حالات اچھے نہیں دکھائی دے رہے۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ہمیں اس ملک کی اچھی تقدیر دکھائے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جب میں یہ کہتا ہوں تو ایک ادنیٰ بھی اس میں کسی قسم کے تصنع کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ مجھے اس ملک سے دوہری محبت ہے اس لئے بھی کہ یہ ہمارا وطن ہے اور اس لئے بھی کہ اس وطن میں شرافت آج بھی زندہ ہے۔ کثرت کے ساتھ غیر احمدی اس معاملے میں آج کے زمانے میں احمدیت کی تائید کر رہے ہیں، کثرت کے ساتھ ایسے دیہات ہیں جہاں اذانیں دی جارہی ہیں اور وہ غیر احمدی وہاں کے شرفاء اپنے مولویوں کو للکارتے ہیں کہ تم نے اگر کچھ کیا تو ہم تمہیں پکڑیں گے۔ خدا کا نام ہم یہاں سے بند نہیں ہونے دیں گے۔ یہ نہیں ہے کہ حکومت نہیں چاہتی پکڑنا، حکومت چاہتی بھی ہے تو عوام الناس میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دین سے محبت کی وہ رمقیں باقی ہیں ابھی تک جن کے نتیجے میں وہ حکومت کے بدارادوں کو چلنے نہیں دیتے۔ ہر جگہ خیالات میں تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں، ہمدردیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ تبلیغ جاری ہے، بیعتیں ہو رہی ہیں اور آئے دن غیر احمدیوں کے ایسے خط آتے ہیں کہ حیران ہو جاتا ہے انسان پڑھ کر کہ اتنی شدید مخالفتوں کے دور میں اُن کو خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی اور بڑی جرأت عطا فرمائی اور بڑے حوصلے کے ساتھ وہ کہتے ہیں ہم نے فیصلہ کر لیا ہے بیوی چلی گئی، بچے ہاتھ سے نکل گئے، جائیدادیں گئیں، ہمیں کوڑی کی بھی پرواہ نہیں۔

تو جس ملک میں اس حد تک سعادت موجود ہو اس حد تک شرافت موجود ہو اس کی تباہی کون شریف النفس دیکھ سکتا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ ملک تباہ ہو رہا ہو اور کوئی اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا ہوتے دیکھ کر مزے اُڑا رہا ہو۔ ہرگز ایسے انتقام کی آگ کو آپ نے اپنے دل میں نہیں بھڑکنے دینا۔ یہ جہنم کی آگ ہے جو هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کے مطالبے کیا کرتی ہے۔ آپ رحمۃ للعالمین ؐ کے غلام

ہیں جو آگوں کو بجھانے والے تھے آگوں کو بھڑکانے والے نہیں تھے۔ اس لئے بڑے زور کے ساتھ میں بار بار آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ دعا کریں اس ملک کے لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اکثریت کو اپنے عذاب اور اپنی ناراضگی سے بچالے اور ہدایت عطا فرمائے اور توفیق عطا فرمائے کہ آج جو مسیح موعود کو گالیاں دینے والے ہیں ان سے اور ان کی اولادوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی عزت و ناموس کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے تیار ہوں۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

اب چونکہ مغرب کی نماز دیر میں ہوا کرے گی نسبتاً اس لئے آج رات سے عشاء کی نماز کا وقت سات کی بجائے ساڑھے سات ہوگا۔ جو مجلس لگا کرتی ہے ہماری اس کی وجہ سے ہم نے وقت پہلے کیا ہوا تھا لیکن اب چونکہ وقفہ تھوڑا رہ گیا اس لئے آپ باخبر رہیں آج رات کو انشاء اللہ سات کی بجائے ساڑے سات بجے نماز پڑھیں گے۔